
خاموش جنگ
By Maria

باب اول: وہ محبت جو سچ تھی

سرمد جب پہلی بار نور کے گھر آیا تو اس کے پاس ایک بھورا سا بیگ تھا، سفر کی تھکن، اور بات کرتے ہوئے آنکھوں میں سیدھا دیکھنے کی عادت تھی۔ وہ نور کی امی کے دور کے رشتیداروں میں سے تھا۔ یونیورسٹی کے داخلے کے سلسلے میں شہر آیا تھا، اور چند ہفتے ان کے گھر ٹھہرنا تھا۔ نور نے اسے پہلی نظر میں پسند نہیں کیا؛ اسے بس یہ خیال آیا کہ یہ آدمی بہت کم بولتا ہے۔

فاطمہ اس کے برعکس پہلے ہی دن اس سے گھل مل گئی۔ وہ سرمد سے یونیورسٹی کے قصے پوچھتی، اس کے شہر کے کھانوں کے بارے میں جاننا چاہتی، اور ہر جواب پر اپنی رائے ضرور دیتی۔ نور خاموشی سے چائے رکھتی اور کتاب لے کر ایک طرف بیٹھ جاتی۔

“سرمد نے ایک روز اس کی کتاب کے سرورق کی طرف اشارہ کیا: ”تم ہمیشہ پڑھتی رہتی ہو؟

جب لوگوں کو سمجھنا مشکل ہو تو کتابیں آسان لگتی ہیں،“ نور نے کہا۔”

“اور اگر کتاب میں بھی لوگ مشکل نکلیں؟”

“تو کم از کم کتاب بند کرنے کا اختیار تو ہوتا ہے۔”

“سرمد ہنس پڑا: ”لوگوں کے ساتھ بھی کبھی کبھی یہی کرنا چاہیے۔

نور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ایک دن اسی کے دل میں یہ سوال ہوگا کہ کیا سرمد کو بند کر دینا ممکن ہے؟

سرمد کے جانے کے بعد رابطہ قائم رہا۔ پہلے کبھی کبھار خیریت، پھر کتابوں پر بات، پھر ہر روز کے پیغامات۔ نور نے اس سے پہلے کسی غیر محرم لڑکے سے اتنی بات نہیں کی تھی۔ ابتدا میں وہ ہر گفتگو کے بعد خود سے کہتی کہ یہ صرف دوستی ہے۔ مگر سرمد کی توجہ میں ایک نرمی تھی، اور وہ نرمی رفتہ رفتہ نور کے دن کا سب سے منتظر لمحہ بن گئی۔

سرمد نے ہی پہلے محبت کا ذکر کیا۔ ایک رات وہ دیر تک بات کرتے رہے تھے۔ نور نے اسے بتایا کہ اسے کبھی کبھی یہ خوف ستاتا ہے کہ وہ کسی کی پہلی پسند نہیں بنے گی۔ سرمد نے چند لمحے خاموش رہ کر کہا: ”میں تمہیں اپنی پہلی پسند کہنا چاہتا ہوں، نور! صرف اس لیے نہیں کہ تم میری بات سنتی ہو،

“تمہاری خاموشی بھی مجھے اپنی لگتی ہے۔

“نور کی سانس جیسے ایک پل کے لیے رک گئی: ”سرمد، ایسی باتیں کہنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔

“سوچ کر ہی کہہ رہا ہوں۔”

“اور اگر کل تمہارا دل بدل گیا تو؟”

“سرمد نے فوراً جواب دیا: ”دل بدلنے کی بات مت کرو، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

یہ پہلی بار تھا جب اس نے محبت کا لفظ صاف کہا۔ نور نے فون کان سے لگائے رکھا، مگر جواب نہ دے سکی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے برسوں سے اپنے دل میں جو سوال چھپا رکھا تھا، اس

رات اسے ایک جواب ملا تھا۔ وہ جواب کسی وعدے کی طرح محسوس ہوا، چاہے اس پر نکاح کی مہر نہ تھی۔

نور؟" سرمد نے آہستہ سے پکارا۔"

"میں سن رہی ہوں۔"

"کچھ کہو گی نہیں؟"

"کہنے سے ڈر لگ رہا ہے۔"

"مجھ سے؟"

نہیں۔ اس خوشی سے۔ کبھی کبھی خوشی بھی ڈرا دیتی ہے، جب آدمی کو یقین نہ ہو کہ وہ اسے سنبھال" "پائے گا۔

سرمد کی آواز نرم ہو گئی: "پھر ہم آہستہ چلیں گے۔ میں تمہیں جلدی میں کوئی بات منوانا نہیں چاہتا۔ بس "یہ جان لو کہ میرے دل میں تم ہو۔

نور نے فون بند کرنے کے بعد دیر تک تکیے میں منہ چھپائے رکھا۔ وہ ہنس بھی رہی تھی اور رو بھی رہی تھی۔ اسے لگا جیسے کسی نے اس کے اندر ایک بند کھڑکی کھول دی ہو۔

"اگلے دن سرمد نے پوچھا: "کل رات تم بہت خاموش ہو گئی تھیں۔

"میں سوچ رہی تھی کہ تم واقعی ایسا محسوس کرتے ہو یا صرف لمحے کی بات تھی۔"

"اگر لمحہ ہوتا تو آج بھی تمہیں یہی نہ کہتا۔ نور، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"

اس کے بعد کئی مہینے ان دونوں کے درمیان ایسے گزرے جیسے زندگی نے انہیں ایک نجی دنیا دے دی ہو۔ وہ مستقبل کی بات کرتے، گھر والوں سے بات کرنے کا ارادہ کرتے، اور کبھی اپنے خوف بھی بانٹتے۔ نور نے سرمد کے سامنے اپنا نرم ترین حصہ رکھ دیا۔ سرمد اسے کہتا کہ وہ اس کی زندگی میں سکون ہے۔ نور اسے کہتی کہ وہ پہلی بار کسی کے سامنے اپنے ہونے سے شرمندہ نہیں ہوتی۔

یہ سب چھپ کر، صرف ان دونوں کے درمیان ہوتا رہا۔ نور جانتی تھی کہ اسے گھر والوں کو بتانا چاہیے، مگر سرمد کہتا: "ابھی میری نوکری اور گھر کے حالات ذرا ٹھیک ہو جائیں، پھر میں باقاعدہ بات "کروں گا۔ میں تمہیں ادھورا رشتہ نہیں دینا چاہتا۔

نور اس پر یقین کرتی تھی۔ یقین کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے سرمد کے الفاظ سنے تھے، اس کے وعدے سنے تھے، اور اس کی محبت کو اپنے دل سے محسوس کیا تھا۔ وہ اس تعلق کو فرضی نہیں سمجھتی تھی۔ وہ حقیقی تھا، بس محفوظ اور واضح منزل تک نہیں پہنچا تھا۔

"جب کبھی نور کو اندیشہ ہوتا تو سرمد اسے یقین دلاتا: "تم مجھ پر بھروسا کرتی ہو نا؟

"کرتی ہوں۔ اسی لیے ڈرتی بھی ہوں۔"

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔"

یہ جملہ نور نے اپنے دل میں جگہ دے دی۔ اس نے نہیں جانا کہ انسان کبھی کبھی اپنے آج کے سچ کو کل کی ضمانت سمجھ بیٹھتا ہے۔

باب دوم: جب جواب بدل گیا

پھر سرمد کے پیغامات میں فاصلہ آنے لگا۔ وہ پہلے کی طرح ہر بات نہیں بتاتا، کال مختصر رکھتا، اور اکثر کہتا کہ کام بہت ہے۔ نور نے پہلے خود کو سمجھایا کہ زندگی میں مصروفیت آتی ہے۔ پھر ایک دن "اس نے براہ راست پوچھ لیا: "تم مجھ سے دور کیوں ہو رہے ہو؟

"سرمد نے جواب دیا: "کچھ نہیں، بس ذہن بہت الجھا ہوا ہے۔

"کیا تم اب بھی مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

اس طرف خاموشی چھا گئی۔

نور نے اس خاموشی کو سنا۔ اس نے پہلی بار جانا کہ جواب صرف لفظوں سے نہیں دیا جاتا؛ کبھی جواب کی جگہ چھوڑ دی گئی خاموشی میں بھی ہوتا ہے۔

"سرمد، کچھ کہو۔"

"نور، میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔"

"یہ جواب نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم اب کیا کہوں۔"

"وہی کہو جو سچ ہے۔ کیا تمہارا دل بدل گیا ہے؟"

"ایک طویل وقفے کے بعد سرمد نے کہا: "ہاں۔

"نور نے فون مضبوطی سے پکڑ لیا: "کب سے؟

"کچھ وقت سے۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ تمہیں کیسے بتاؤں۔"

"تم نے مجھے کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

"میں نے اس وقت سچ کہا تھا۔"

یہ جملہ نور کے اندر بہت دیر تک گونجتا رہا۔ سرمد نے محبت کے دنوں کو جھوٹ نہیں کہا تھا۔ مگر سچ کہہ کر وہ اپنے حال کے بدل جانے کو بھی درست نہیں کر سکتا تھا۔ نور کے پاس کوئی ایسا لفظ نہ تھا جو ان دونوں حقیقتوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دے۔

اور اب؟" نور نے پوچھا۔"

"اب میرے دل میں تمہارے لیے وہ احساس نہیں رہا۔"

نور کو لگا اس کے سینے میں کسی نے جگہ خالی کر دی ہو۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی: "اتنا عرصہ میں تمہاری تھی تو اب کیا ہوں؟ تم نے مجھے جس مستقبل کا یقین دلایا تھا وہ کہاں گیا؟" مگر زبان نے صرف "یہ کہا: "کیا کوئی اور ہے؟

سرمد نے پھر خاموشی اختیار کی۔

"سرمد، مجھے کم از کم سچ تو دو۔"

"فاطمہ اچھی لڑکی ہے۔ میں اسے پسند کرنے لگا ہوں۔"

topqna.com

فاطمہ! اپنی بہن کا نام سن کر نور کے اندر دو صدمے ایک ساتھ جاگ اٹھے۔ اسے سرمد کا بدل جانا بھی سہنا تھا اور اس بات کو بھی کہ اب اس کی بہن اس جگہ آ گئی ہے جہاں کبھی نور اپنے آپ کو دیکھتی تھی۔

"تم فاطمہ کو پسند کرنے لگے ہو؟"

"ہاں۔"

"اور مجھ سے محبت؟"

"وہ احساس بدل گیا، نور! میں معذرت چاہتا ہوں۔"

"معذرت سے وہ راتیں واپس نہیں آئیں گی جب تم کہتے تھے کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔"

"میں جانتا ہوں۔"

نہیں، تم نہیں جانتے۔ تم یہ جانتے ہو کہ تم نے کیا کہا تھا، تم یہ نہیں جان سکتے کہ میں نے ان لفظوں" کے بعد اپنی زندگی کے کتنے فیصلے تم پر یقین کر کے کیے۔ میں نے تمہاری باتوں کو اپنے دل میں جگہ دی، تمہارے انتظار میں کتنی بار فون دیکھا، کتنی بار خود سے کہا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب تم "ایک جملے میں کہہ رہے ہو کہ احساس بدل گیا؟

"میں نے جان بوجھ کر تمہیں دھوکا نہیں دیا تھا۔"

"شاید نہیں، مگر تم نے مجھے ایک امید دی تھی، سرمد! امید بھی ذمہ داری ہوتی ہے۔"

وہ کال پر روئی نہیں۔ اسے حیرت ہوئی کہ اس کی آنکھیں خشک تھیں۔ کبھی کبھی صدمہ آنسوؤں سے پہلے جسم کو سن کر دیتا ہے۔ اس نے فون بند کیا، غسل خانے میں جا کر نل کھولا، اور دونوں ہاتھ سنک کے کنارے پر رکھ دیے۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسے سانس پوری نہیں آ رہی تھی۔ اس نے پانی کے چھینٹے مارے، مگر ہاتھ کانپتے رہے۔

اس رات وہ پہلی بار گھبراہٹ کے ایسے دورے سے گزری جس کا نام اسے معلوم نہیں تھا۔ اسے لگا کچھ برا ہونے والا ہے، جیسے جسم خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہو مگر کمرے میں کوئی دشمن نہ ہو۔ وہ دیوار کے ساتھ بیٹھ گئی، گھٹنوں کو سینے سے لگایا اور اپنی سانسوں کو گنتی رہی۔

اس نے کسی کو نہیں بتایا۔ سرمد اور اس کے درمیان جو کچھ تھا، گھر میں کسی کو معلوم نہ تھا۔ اسے شرم بھی آتی تھی کہ اس نے ایک پوشیدہ تعلق پر اتنا بھروسا کیوں کیا، اور ڈر بھی لگتا تھا کہ اگر امی کو بتایا تو وہ کیا سوچیں گی۔ سب سے بڑھ کر، وہ فاطمہ سے یہ بات نہیں کہہ سکتی تھی۔ فاطمہ اس کی بہن تھی؛ نور اسے اپنے دکھ کا مجرم بنانا نہیں چاہتی تھی، خاص طور پر جب شاید اسے کچھ معلوم ہی نہ تھا۔

"سرمد نے چند دن بعد پیغام بھیجا: "کیا ہم کم از کم پہلے جیسے دوست رہ سکتے ہیں؟

نور نے بہت دیر تک اسکرین دیکھی۔ پہلے جیسے؟ وہ پہلے والی نور کہاں تھی جو اس کی کال کا انتظار کرتی تھی؟ کیا اسے یہ حق تھا کہ وہ اپنی سہولت کے لیے نور کو دوستی کے نام پر اپنے قریب رکھے، جب اس نے محبت کی امید خود اس کے دل میں رکھی تھی؟

“اس نے جواب لکھا: ”نہیں۔ مجھے تم سے فاصلہ چاہیے۔ براہ کرم میرے اس فیصلے کا احترام کرنا۔

“سرمد کا جواب آیا: ”میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔

نور کے دل میں تلخی اٹھی: ”تو پھر مجھے جانے دو،“ اس نے لکھا، مگر بھیجا نہیں۔ اس نے فون بند کر دیا۔

کچھ ماہ بعد فاطمہ نے ایک شام اس کے کمرے میں آ کر کہا: ”آپی، سرمد نے میرے لیے رشتہ بھیجا ہے۔

“مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں۔

“نور نے اپنے ہاتھ میں پکڑا کپ میز پر رکھ دیا۔ ”تم اسے پسند کرتی ہو؟

“فاطمہ شرما گئی: ”ہاں، وہ بہت اچھا ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے؟

نور نے اپنی بہن کے چہرے پر ایک ایسی معصوم امید دیکھی جو وہ خود بھی کبھی رکھتی تھی۔ اس کے اندر چیخ اٹھی: اسے مت چنو! مگر اس نے یہ نہیں کہا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اپنی محبت کی ناکامی کے خوف سے فاطمہ کا مستقبل طے کرے۔

مجھے سوچنے دو،“ نور نے کہا۔”

“فاطمہ نے اس کا ہاتھ پکڑا: ”تمہیں کوئی بات بری تو نہیں لگی؟ تم کچھ چھپا رہی ہو؟

نور نے آنکھیں بند کیں۔ اس کا راز گلے میں کانٹے کی طرح اٹکا تھا۔ ”میں بس تھکی ہوئی ہوں۔ تم خوش ہو تو میں تمہارے لیے خوش ہونے کی کوشش کروں گی۔“

یہ پورا سچ نہ تھا، مگر یہ جھوٹ بھی نہ تھا۔ نور واقعی اپنی بہن کے لیے خوش ہونا چاہتی تھی؛ بس ابھی اس کا دل اس خواہش تک پہنچنے سے پہلے درد کے کئی کمروں سے گزر رہا تھا۔

باب سوم: چھ یا سات برس کی راتیں

فاطمہ اور سرمد کی شادی کی خبر جب گھر میں پھیلی تو نور نے خود کو ایسے کاموں میں مصروف کر لیا جن کے لیے ہاتھ درکار تھے، دل نہیں۔ کپڑے تہ کیے، مہمانوں کے نام لکھے، فاطمہ کے زیور سنبھالے۔ کسی نے اسے دیکھا تو سمجھا کہ وہ سب کی طرح شادی کے انتظام میں لگی ہے۔ کوئی نہ جان سکا کہ ہر بار سرمد کا نام سن کر اس کے اندر وہی پرانا سوال جاگتا ہے: تم نے مجھے کیوں کہا تھا کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے؟

نکاح والے دن فاطمہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی۔ نور اس کا دوپٹہ ٹھیک کر رہی تھی۔

آپی، میرا ہاتھ اتنا ٹھنڈا کیوں ہو رہا ہے؟“ فاطمہ نے ہنسنے کی کوشش کی۔”

“نور نے اس کی انگلیاں تھام لیں: ”شادی کے دن سب کے ہاتھ ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

“تمہیں کبھی ایسا دن دیکھ کر ڈر نہیں لگا؟”

“نور کا ہاتھ ایک لمحے کے لیے رک گیا: ”لگا تھا۔

“کس بات سے؟”

"اس بات سے کہ زندگی ہماری سوچ سے مختلف ہو سکتی ہے۔"
"فاطمہ نے آئینے میں اس کی طرف دیکھا: "تم میرے ساتھ ہو نا؟
"نور نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا: "میں تمہاری بہن ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔
یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو سنبھالا۔ وہ چاہتی تھی کہ فاطمہ اس دن بےقصور خوش رہے۔ نور کے دل میں جو کچھ تھا، وہ اس کی بہن کے عروسی لباس پر سایہ نہ بنے۔
نکاح کے وقت جب سرمد نے "قبول ہے" کہا تو نور کو اپنے بدن میں سردی دوڑتی محسوس ہوئی۔ وہ آواز ایک زمانے میں اسی کے لیے محبت کے الفاظ بولتی تھی۔ اب وہی آواز فاطمہ کو اپنا نام دے رہی تھی۔ نور نے نظریں جھکا لیں۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ اسے سرمد واپس چاہیے؛ وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ وقت چند لمحے پیچھے ہو جائے، اس کال سے پہلے، اس جواب سے پہلے، اس دن سے پہلے جب اس نے یقین کیا تھا کہ کچھ محبتیں ہمیشہ رہیں گی۔
تقریب کے بعد وہ چھت پر گئی۔ شور نیچے رہ گیا۔ اس کے اندر مگر کوئی شور خاموش نہ ہوا۔ سانس تیز ہونے لگی، انگلیاں سن ہونے لگیں۔ اس نے دیوار پکڑ لی: "اب نہیں،" اس نے خود سے کہا، "آج نہیں۔" لیکن جسم ہمیشہ حکم نہیں مانتا۔ اس کے دل کی دھڑکن بےقابو تھی۔ اسے لگا وہ گر جائے گی۔ کسی نے دروازہ کھولا تو اس نے فوراً آنسو پونچھے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کوئی پوچھے، کیونکہ اسے جواب دینا نہیں آتا تھا۔ اسے یہ بھی نہیں بتانا تھا کہ سرمد نے کبھی اسے اپنی محبت کہا تھا۔ یہ بات اس کے لیے محبت بھی تھی، راز بھی، اور اب ایک ایسا بوجھ بھی جسے وہ اکیلے اٹھا رہی تھی۔
شادی کے بعد کے مہینے برسوں میں بدل گئے۔ چھ، پھر سات سال۔ نور نے اپنے دن گزارے، مگر بھولنا کوئی سیدھا راستہ نہ تھا۔ کبھی وہ سرمد کو خواب میں دیکھتی، کبھی کوئی پرانا پیغام ذہن میں لفظ بہ لفظ لوٹ آتا۔ کبھی فاطمہ اپنے شوہر کا نام محبت سے لیتی تو نور کے اندر درد کی ایک لہر اٹھتی، اور فوراً اسے اپنے احساس پر شرمندگی ہوتی۔ وہ اپنی بہن سے محبت کرتی تھی۔ پھر بھی وہ اس کی خوشی کے سامنے اپنے زخم کو فوراً غائب نہیں کر سکتی تھی۔
گھبراہٹ کے دورے بار بار آنے لگے۔ رات میں نیند ٹوٹ جاتی، دل زور سے دھڑکتا، ہاتھ ٹھنڈے پڑتے، اور اسے یوں لگتا جیسے سانس کسی تنگ راستے سے گزر رہی ہو۔ وہ پانی پیتی، کھڑکی کھولتی، بستر کے کنارے بیٹھ کر خود کو یاد دلاتی کہ وہ اپنے کمرے میں ہے، ابھی محفوظ ہے۔ پھر صبح اٹھ کر ایسے گھر کے کام کرتی جیسے رات میں کچھ ہوا ہی نہ ہو۔
وہ کسی کو کیوں نہیں بتاتی تھی؟ اس لیے کہ راز صرف دونوں کے درمیان تھا۔ اسے خوف تھا کہ لوگ کہیں گے اس نے غلطی کی، یا پوچھیں گے کہ اگر اتنی محبت تھی تو سرمد کو پہلے کیوں نہ روکا؟ وہ جانتی تھی کہ یہ سوال اسے مزید توڑ دیں گے۔ اسے یہ بھی ڈر تھا کہ فاطمہ کو پتا چلا تو اس کی شادی کے ہر دن پر شک کی دھول پڑ جائے گی۔ نور نے اپنے دکھ کو اپنے اندر قید رکھا، اور قید کا دروازہ ہر رات اس کے سینے میں بند ہوتا۔

ایک رات گھبراہٹ کا دورہ اتنا شدید تھا کہ وہ فرش پر بیٹھ گئی۔ فون ہاتھ میں تھا۔ اس نے فاطمہ کا نمبر کھولا، پھر بند کر دیا۔ امی کا نمبر کھولا، پھر بند کر دیا۔ آخر میں کسی کا نمبر نہیں ملایا۔ صرف جائے نماز بچھائی، مگر کھڑی نہ ہو سکی۔ وہ زمین پر بیٹھی اور روتے ہوئے بولی: "یا اللہ، میں کسی کو بتا نہیں پا رہی۔ تو تو جانتا ہے نا؟"

اس سوال کے بعد اسے فوراً سکون نہیں ملا۔ مگر پہلی بار اس نے اپنا راز کسی کے سامنے رکھا تھا، اگرچہ وہ سامنے والا رب تھا۔ اسے لگا کہ شاید دعا کا مطلب ہمیشہ یہ نہیں کہ دل فوراً ہلکا ہو جائے۔ کبھی دعا کا مطلب ہے کہ انسان اپنی بند مٹھی کھول کر دکھ کو اس ذات کے سامنے رکھ دے جو اسے پہلے ہی جانتی ہے۔

صبح اس نے اپنے آپ سے ایک چھوٹا سا وعدہ کیا: اگر یہ کیفیت جاری رہی تو وہ کسی قابل اعتماد خاتون معالج یا ڈاکٹر سے بات کرے گی۔ اس نے سرمد کا راز سب کو بتانے کا فیصلہ نہیں کیا، مگر اپنی تکلیف کے لیے مدد لینے کا حق اپنے آپ کو دیا۔ اسے آہستہ آہستہ سمجھ آیا کہ راز کی حفاظت کا مطلب اپنی صحت کو سزا دینا نہیں۔ وہ بس اتنا بتا سکتی تھی جتنا مدد کے لیے ضروری ہو: "مجھے کئی سال سے گھبراہٹ کے دورے آتے ہیں، نیند متاثر ہے، مجھے مدد چاہیے۔"

اس کے لیے یہ جملہ کہنا بھی ایک بڑی ہمت تھی۔ پہلی ملاقات میں اس نے سب کچھ نہ بتایا۔ اس نے صرف اپنے جسم کی کیفیت بیان کی، نیند کے بارے میں کہا، اور یہ بتایا کہ ایک پرانا تعلق ختم ہونے کے بعد اس کی گھبراہٹ بڑھ گئی۔ معالج نے اسے قصوروار نہیں ٹھہرایا۔ اس نے نور کو سمجھایا کہ شدید اضطراب (پینک) کا سامنا کرنے والے بہت سے لوگ مدد لے سکتے ہیں، اور اس کے لیے اپنی ساری کہانی ایک ہی دن میں سنانا ضروری نہیں۔

نور نے اس دن گھر لوٹتے ہوئے محسوس کیا کہ وہ پہلی بار اپنے لیے کسی کے دروازے تک گئی ہے۔ سرمد نے کبھی اسے کہا تھا کہ وہ اس کا سکون ہے۔ مگر اب نور سیکھ رہی تھی کہ اپنی ساری سلامتی کسی ایک انسان کے ہاتھ میں رکھ دینا کتنا بھاری ہوتا ہے۔ اسے اپنے رب سے سہارا مانگنا تھا، مگر دنیا کے جائز سہاروں کو بھی قبول کرنا تھا۔

سال گزرنے کے ساتھ یاد کی شدت بدلنے لگی۔ ختم نہ ہوئی، مگر ہر روز کا حکم بھی نہ رہی۔ کچھ دن وہ سرمد کو یاد کیے بغیر گزار دیتی۔ کچھ دن ایک پرانی بات اسے پھر رلا دیتی۔ چھ سات برس کا یہ سفر اس کے لیے کوئی سیدھی لکیر نہ تھا؛ یہ آگے، پیچھے، پھر آگے بڑھنے کا راستہ تھا۔ وہ کبھی خود کو مضبوط سمجھتی، کبھی پھر ٹوٹ جاتی، اور پھر بھی ہر صبح اٹھتی۔

باب چہارم: حقیقی عشق

نور کا اللہ کی طرف لوٹنا کسی ناول کے روشن اختتام جیسا ایک لمحہ نہیں تھا۔ اس نے ایک رات یہ طے نہیں کیا کہ اب اسے دنیا کی کوئی چیز تکلیف نہیں دے گی۔ وہ اب بھی روتی تھی۔ کبھی فاطمہ کے گھر

سے واپس آ کر، کبھی سرمد کا نام اچانک سن کر، کبھی اپنے سات برس کے خاموش دکھ کو یاد کر کے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اب وہ اپنے آنسوؤں کو ایمان کی ناکامی نہیں سمجھتی تھی۔

اس نے جانا کہ اللہ سے محبت کا مطلب احساسات سے بےنیاز ہو جانا نہیں۔ اللہ کے سامنے جھکنا یہ بھی ہے کہ انسان اپنی کمزوری سچائی سے مانے، غلطی پر توبہ کرے، کسی کا حق نہ مارے، اور ضرورت کے وقت مدد قبول کرے۔ دین کا راستہ دل کو پتھر نہیں بناتا؛ وہ دل کو ایک ایسا قبلہ دیتا ہے جس کی طرف وہ بار بار رخ کر سکے۔

نور کو سورۃ البقرہ کی آیت یاد رہتی: **"لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا"** (ترجمہ: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا - البقرہ: ۲۸۶)۔ وہ اسے یہ معنی نہیں دیتی تھی کہ اسے کبھی ٹوٹنا نہیں چاہیے۔ وہ اسے یوں سمجھتی: "میرا رب میرے حال سے باخبر ہے؛ مجھے آج کے لمحے کے لیے مدد، صبر اور درست قدم مانگنے کی اجازت ہے۔"

اسے صحیح مسلم کی حدیث بھی یاد تھی کہ مومن خوشی میں شکر کرتا ہے تو اس کے لیے خیر ہے، اور تکلیف میں صبر کرتا ہے تو اس کے لیے بھی خیر ہے (صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق: ۲۹۹۹)۔ نور کے نزدیک صبر کا مطلب یہ نہ تھا کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والی ہر بات کو درست کہے۔ صبر یہ تھا کہ اپنے درد کو کسی اور پر ظلم بنانے سے بچے، اپنے رب سے مایوس نہ ہو، اور جہاں ممکن ہو اپنی مدد کے لیے قدم اٹھائے۔

نور نے اللہ سے محبت میں اپنا مقصد پایا، مگر یہ مقصد دنیا سے نفرت نہ تھا۔ وہ فاطمہ سے محبت کرتی تھی، امی کا خیال رکھتی، بچوں کو پڑھاتی، ہنستی، کبھی تھکتی، کبھی معافی مانگتی۔ اسے جنت کا شوق تھا، اللہ کی رحمت، اس کے قرب، اور اس امن کی آرزو جس میں کسی دل کو ٹوٹنے کا خوف نہ ہو۔ وہ جانتی تھی کہ جنت کسی انسان کے اپنے زور سے نہیں، اللہ کی رحمت سے ملتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے اعمال پر ناز کرنے کے بجائے دعا کرتی: "یا اللہ، مجھے اپنی رحمت سے محروم نہ کرنا۔"

اب اسے گناہ سے ڈر لگتا تھا، مگر یہ ڈر اسے ناامیدی میں نہیں دھکیلتا تھا۔ جب اس سے غلطی ہوتی تو وہ توبہ کرتی، جس کا حق بنتا اس کی تلافی کرتی، اور دوبارہ کوشش کرتی۔ اس کے نزدیک حقیقی عشق یہی تھا: محبوب کی رضا چاہنا، اس کے بندوں کے حقوق کا خیال رکھنا، اور گرتے رہنے کے باوجود اسی کے در پر لوٹنا۔

ایک رات نور نے اپنی ڈائری میں لکھا: "سرمد کو بھولنا میرے لیے آسان نہیں تھا۔ سات برس میں نے کے (panic) کبھی اسے یاد کیا، کبھی اس سے ناراض ہوئی، کبھی خود سے شرمندہ ہوئی۔ مجھے پینک دورے آئے، میں کئی بار کسی کو بتا نہ سکی۔ مگر اللہ نے میری خاموشی بھی دیکھی۔ میں اب یہ نہیں کہتی کہ مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوگی، میں صرف یہ جانتی ہوں کہ تکلیف آئے تو میں اکیلی نہیں ہوں۔"

اس نے قلم رکھا اور جائے نماز بچھائی۔ نماز کے بعد اس نے فاطمہ کے گھر کے لیے دعا کی، امی کی صحت کے لیے دعا کی، اپنے لیے مغفرت مانگی۔ پھر اس نے جنت مانگی، دور بھاگنے کے لیے نہیں، بلکہ اپنے رب کے قرب کی امید میں۔

باہر صبح کی پہلی روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ نور کو ایک نیا دن گزارنا تھا۔ اس کے ماضی میں محبت تھی، پھر جدائی؛ اس کے حال میں اب بھی کچھ نشان تھے؛ اور اس کے مستقبل کی امید کسی انسان کے وعدے پر نہیں، اللہ کی رحمت پر قائم تھی۔

نور نے محسوس کیا کہ وہ آخرکار سرمد کو مکمل طور پر بھولنے کے بجائے اس یاد کے ساتھ زندہ رہنا سیکھ رہی ہے۔ یہ سیکھنا بھی آسان نہ تھا، مگر ہر بار جب اس کا دل پرانے دکھ کی طرف کھنچتا، وہ خود کو نرمی سے واپس بلاتی: "یہ میری کہانی کا ایک باب ہے۔ میرا رب میری پوری کہانی جانتا ہے۔"

دینی حوالوں کا نوٹ

قرآن کریم، سورۃ البقرہ، آیت: ۲۸۶۔ (آیت کا مختصر اردو مفہوم متن میں شامل ہے)۔

صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، حدیث: ۲۹۹۹۔ (خوشی میں شکر اور تکلیف میں صبر کے مضمون کا اردو مفہوم شامل ہے)۔

اختتام

نور کے لیے سرمد کو بھولنا ایک دن کا فیصلہ نہ تھا۔ یہ چھ سات برس کے ٹوٹے ہوئے دنوں، چھپائے ہوئے آنسوؤں، گھبراہٹ کی راتوں، بہن کی خوشی کے سامنے خود کو سنبھالنے، اور اللہ سے بار بار مدد مانگنے کا سفر تھا۔

اس کا ایمان اسے پتھر نہ بنا سکا، اور اسے پتھر بننا تھا بھی نہیں۔ اسے درد ہوتا تھا، مگر اب وہ درد کو اپنی منزل نہیں سمجھتی تھی۔ اسے محبت ہوئی تھی، اسے چھوڑا گیا تھا، اس کے راز کو کوئی اور نہیں جانتا تھا؛ مگر اللہ جانتا تھا۔

نور نے دنیا کی محبت سے منہ نہیں موڑا۔ اس نے بس اپنے دل کا قبلہ درست کیا۔ اب اس کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ اللہ اسے اپنے قریب رکھے، گناہوں سے بچائے، توبہ کی توفیق دے، اور اپنی رحمت سے جنت عطا کرے۔

topqna.com